ہوتا۔ان کا یہ خطبہ لوگوں کو رُلا دیتا۔وہ قرآن سناتے اور لوگ وجد میں آ جاتے۔معارف اور معانی قرآن کے دریا بہا دیتے۔وہ شعلہ بیان نہ تھے بلکہ شیریں بیان تھے۔وہ جذبات کو بھڑکاتے نہ تھے بلکہ اپنے مواعظِ حسنہ سے دلوں کو پگھلاتے تھے۔انہوں نے بے شمار لوگوں کے دلوں کی دنیا بدل دی۔بے شمار لوگوں کو معصیت کی وادیوں سے نکال کر مسجدوں میں سجدہ ریز کرا دیا۔لوگوں کو توحیدِ خالص کا وہ شیریں جام پلایا کہ جس کے پینے کے بعد انہیں اور کچھ نہ بھایا۔وہ ماحیٔ بدعت اور حامیٔ سنت تھے۔

ان کے بعد، ان کی جانشینی کا شرف ان کے بھائی مولانا حافظ عبدالحمید عامر فاضل مدینہ یونیورسٹی کو حاصل ہوا ہے۔حافظ صاحب ان سے چھوٹے ہیں مگر ''کبرنا موت الکبراء'' کے بموجب اب بڑے بلکہ بہت بڑے ہو گئے ہیں۔ہم امید اور دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے عظیم بھائی کی عظیم ذمہ داریاں بطورِ احسن سرانجام دے سکیں۔ہم نہایت خلوص دل سے علامہ مدنی مرحوم کیلئے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور اس تعزیت کو اس شعر پر ختم کرتے ہیں ۔

شُد خمیدہ آسماں بر مرگِ مدنی خوش بیاں　　　پیکرِ زُہد و وَرَع رحلت نمودہ از جہاں

حضرت علامہ محمد مدنیؒ کی سوانح حیات پر مضامین لکھنے والے احباب

۱۔عابد مجید مدنی جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد　　۲۔عبدالرشید عراقی ۔ سوہدرہ

۳۔مولانا اکبر سلیم الٰہ آباد قصور　　۴۔عبدالرشید حنیف رئیس مرکز علوم اسلامی جھنگ

۵۔محمد عارف بن مولانا محمد حیاتؒ پنڈی گھیپ　　۶۔سید باقر رضوی

مذکورہ بالا احباب کے مضامین پہنچ چکے ہیں۔جنہیں بالترتیب شائع کیا جائے گا۔ان شاء اللہ ملک بھر کے دیگر اہل قلم و اہل علم حضرات سے گزارش ہے کہ جن کا تعلق برادر محترم علامہ مدنی صاحب کے ساتھ رہا ہے، خواہ تعلیمی دور میں یا بعد میں کسی بھی حوالہ سے ان کے پاس مرحوم کے بارے میں معلومات ہوں اور وہ ان کے بارے میں لکھنے کے خواہش مند ہیں تو براہ کرم اولین فرصت میں مضمون لکھ کر ہمیں روانہ فرما دیں تا کہ ہم ان مضامین کو استفادہ قارئین کیلئے ''حرمین'' میں شائع کر سکیں۔

مضمون بھیجنے کا پتہ: ایڈیٹر ماہنامہ ''حرمین'' پوسٹ بکس نمبر 11 جہلم (پاکستان)

میرے قائد، میرے محسن ـــــ علامہ محمد مدنی رح

ازقلم اشکبار: محمود مرزا جہلمی چیف ایڈیٹر ہفت روزہ ''صدائے مسلم''، جہلم

میرے قائد، میرے محسن، میرے دوست علامہ محمد مدنی رحمہ اللہ دارِ فانی سے دار باقی کو کوچ کر گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ ان کی صحت اور مصروفیات کو دیکھتے ہوئے یہ بات کسی کے سان گمان میں بھی نہ تھی کہ یہ بجلی کی طرح چمکتا، گرجتا اور برستا انسان ایسا بیمار ہونے والا ہے کہ پھر نہ اٹھے گا۔ بات معمولی بخار سے چلی اور یہیں ختم ہوگئی۔ بخار اترتا رہا۔ چڑھتا رہا اور اسی میں جان چلی گئی۔

مطلعِ جہلم پر چمکنے والا یہ ستارہ کوئی چالیس سال تک اسلام کی خدمت کے بعد غروب ہوگیا۔ابتدائی زندگی کے بیس پچیس سال تحصیلِ علم میں گزرے اور فاضل مدینہ یونیورسٹی کا تاج سر پر سجایا۔ پہلے وہ صرف خطیب تھے ... پھر معلم اور آخر میں مبلغ ہوئے۔ان کا حلقۂ تبلیغ عرب ویورپی علاقوں تک وسیع تھا۔ان کی عربی دانی اور اس کے بولنے میں روانی اہلِ عرب کو حیرت میں ڈال دیتی۔ وہ وہاں جاتے تو عرب شیوخ اور حکمران ان پر قربان ہو ہو جاتے۔ پاکستان میں ان کے تدریسی اور تبلیغی کارناموں کی داد دیتے اور ان پر عقیدت وتحسین کی برکھا برسا دیتے۔علامہ موصوف جو کچھ لاتے، سب کچھ جامعہ اُثریہ پر نچھاور کرکے دامن جھاڑ کر اپنے گھر داخل ہوتے۔ جامعہ علوم اُثریہ، جو ان کے والد گرامی حضرت مولانا حافظ عبدالغفورؒ کا لگایا ہوا پودا تھا، ان کے عہد میں تناور درخت بن گیا۔ یہ علوم اسلامیہ کی ایک ایسی دانش گاہ ہے جس کی ضیاء پاشیوں سے پاکستان اور افغانستان جگمگا رہے ہیں۔حضرت حافظ صاحب مرحوم ومغفور کی حسنِ نیت تھی کہ وہ چھوٹا سا ''مدرسہ دارالحدیث'' جو انہوں نے مرکزی جامع مسجد چوک اہل حدیث میں قائم کیا تھا۔ترقی کرکے جامعہ علوم اُثریہ بن گیا۔ جس کی پرشکوہ عمارت قابل دید اور جس کے شعوبِ تعلیم وتدریس قابلِ تعریف ہیں۔علامہ مدنی صاحبؒ کو اس سے کیا تعلق خاطر تھا؟ اس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ جب بیماری میں کمزوری کی وجہ سے نیم بے ہوشی کے عالم میں ہوتے تو ''جامعہ، جامعہ'' پکارتے تو ڈاکٹروں نے یہ سمجھا کہ شاید ''جامعہ'' ان کی کسی پیاری بیٹی کا نام ہے۔علامہ موصوف جامعہ سے کوئی تنخواہ نہ وصول کرتے بلکہ اپنی نصف تنخواہ جامعہ کو عطیہ کردیتے۔ جامعہ کا بجٹ لاکھوں میں ہوتا ہے اور یہ سارا روپیہ ان کے ذریعے آتا مگر

ان کی ذاتی زندگی میں اس دولت کا کوئی نشان نہ ملتا۔ جتنی دیر جامعہ کی حدود میں رہتے ،صرف تہبند اور قمیض زیب تن فرماتے۔ سادگی، درویشی اور بے نفسی ان کی شان تھی۔ وہ رئیس الجامعہ تھے ...مگر ان کا لباس، جامعہ کے مدرسین و معلمین سے کبھی ممتاز نہ ہوتا۔

جامعہ ان کے دل کی دھڑکن تھا اور اس کی محبت ان کی رگوں میں دوڑنے والے خون میں شامل تھی۔ ان کے دل و دماغ کا نہاں خانہ ہر وقت جامعہ کی ترقی کے خیالات سے آباد رہتا۔ یہی ان کی متاعِ عزیز تھی اور یہی محبت سینے سے لگائے اپنے رب کے حضور پیش ہو گئے ہیں۔

مسلکِ حق اہل حدیث سے ان کی محبت اور اس کی اشاعت و ترویج کے سلسلے میں ان کی خدماتِ جلیلہ کے اعتراف میں، مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان نے انہیں نائب امیر چن لیا۔ جمعیت کی تنظیمی اور تبلیغی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا۔ یوں آپؒ کی شخصیت ملک گیر ہو گئی۔ بعض نہایت ہی قابل اعتماد دوستوں نے ان کے اعتماد کو ٹھیس بھی پہنچائی لیکن کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہ لائے اور ہمیشہ اپنا آئینہ دل ان کے بارے میں صاف رکھا۔ انتقام لینا ان کے مذہب میں حرام تھا۔ مسلکی کش مکش میں شریک نہ ہوئے۔ ہمیشہ اپنے مشن سے کام رکھا۔ اپنا موقف پیش کیا اور ایسے مدلل انداز میں پیش کیا کہ زبانِ طعن بند کر دی۔

مرکزی جامع مسجد اہل حدیث چوک اہل حدیث میں آپؒ کا ہر خطبہ جمعہ یادگار ہوتا۔ سامعین اور شائقین اس کے منتظر رہتے۔ بارہا خطبہ طویل ہو جاتا مگر سامعین دنیائے شوق میں محوِ گوش بر آواز رہتے۔ دورانِ خطبہ وجد و سرور کی ایک ایسی کیفیت طاری رہتی کہ جس میں سننے والے جذب ہو جاتے۔ حضرت علامہ اپنے خطبہ میں قرآن مجید کے دریا بہا دیتے۔ لحن اتنا شیریں اور لہجہ اتنا اثر آفریں ہوتا کہ جی چاہتا کہ وہ قرآن پاک ہی سناتے رہیں۔ انداز مدلل اور کلام محقق ہوتا۔ حوالہ صرف قرآن مجید اور حدیث شریف کا ہوتا۔ شعر سے طبعاً لگاؤ نہ تھا، دورانِ خطبہ یوں محسوس ہوتا کہ علامہ صاحب کا وجود بر سرِ منبر ہے مگر تخیل میں وہ بحرِ قرآن میں غوطہ زن ہو کر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گئے لیکن ... موضوع اور مضمونِ خطبہ سے بال برابر نہ ہٹتے۔ یہ منظر اتنا حسین ہوتا کہ سامعین چاہتے .... وقت کی نبض تھم جائے اور یہ خطاب و کلام جاری رہے اور جب خطبہ اختتام پذیر ہوتا تو سامعین کو احساس ہوتا کہ وہ کسی نہایت ہی حسین روحانی عالم سے واپس آئے ہیں۔ نماز جمعہ کے بعد نمازی ہجوم کر کے ان پر پروانہ وار گرتے اور اپنی عقیدت کے گلدستے پیش کرتے۔ یہ منظر دیدنی ہوتا... دل گواہی دیتا کہ علم کی قدر اور سچی قدر کرنے والے لوگ ابھی